استبدادی طرزِ حکومت

عبدالحمید صدیقی

۲۱ فروری ۱۹۹۹ کو لاہور میں جماعت اسلامی کے دفتر میں منعقدہ پرامن اجتماع پر پولیس نے جس وحشیانہ انداز سے شیلنگ اور لاٹھی چارج کیا' اور توہین و تذلیل کے لیے جو طریقے اختیار کیے' اسے مدیر نواۓ وقت نے جلیاں والہ باغ سے تعبیر کیا (ہفت روزہ تکبیر ۸ / اپریل ۱۹۹۹)۔ اس موقع پر ہم جلیاں والہ باغ کے حوالے سے سابق مدیر ترجمان القرآن کی ایک تحریر کے کچھ حصے مربوط کر کے پیش کر رہے ہیں۔ (مدیر)

حکومت کی سب سے خوفناک قسم وہ ہے جس کا خمیر شہنشاہیت اور استعماریت سے اٹھایا گیا ہے۔ یہ حکومت کسی ایک فرد' خاندان یا کسی استعمار پسند قوم کی کبریائی قائم کرنے کے لیے معرض وجود میں آتی ہے۔ اس حکومت کا مقصد وجود بندگان خدا کی خدمت کرنا نہیں ہوتا بلکہ انھیں تباہ و برباد کرنا ہوتا ہے۔ جبر و استبداد' سفاکی اور زبردست آزاری اس حکومت کے راہنما اصول ہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے نہایت گھٹیا اور ذلیل قسم کے ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے اس امر کی کوشش کی جاتی ہے کہ قوم کے اندر سے ایسے کمزور سیرت و کردار رکھنے والے لوگوں کو تلاش کیا جائے' جو محض اقتدار کی رضاجوئی کے لیے اپنے بھائی بندوں کا گلا گھونٹنے سے بھی دریغ نہ کریں۔ اس طرح قوم کی گردن پر ایک ایسا طبقہ مسلط ہو جاتا ہے جو اس کے مفادات کا دشمن اور بدخواہ اور اس کے خون کے پیاسوں کا دل و جان سے ہمدرد اور خیرخواہ ہوتا ہے۔ پھر اس طبقے کی پوری قوت و طاقت کے ساتھ پشت پناہی کی جاتی ہے تاکہ اس کے ناپاک عزائم میں کوئی اضمحلال نہ پیدا ہونے پائے۔

دوسرے' اس امر کا بھی پورا پورا اہتمام کیا جاتا ہے کہ قوم سیاسی اعتبار سے بالکل مفلوج رہے۔ چنانچہ جب بھی اس کے اندر سیاسی بیداری کی کوئی لہر ابھرتی ہے تو اسے پوری قوت کے ساتھ دبا دیا جاتا ہے۔ اسے ہمیشہ اس بات کی تلقین کی جاتی ہے کہ وہ جانوروں کی طرح کسی شعور و احساس کے بغیر مسلسل کام کرتی رہے' عالم بالا سے جو احکام صادر ہوں انھیں بلاچون و چرا بجالاتی رہے اور برسراقتدار طبقے کے کسی

قول یا عمل پر کوئی حرف گیری نہ کرے اور اسے اس امر کی پوری اجازت دے کہ وہ اپنی منشا اور مرضی کے مطابق جس طرح چاہے، جونک کی طرح اس کا لہو چوستا رہے۔

یہ مقاصد جتنے ناپاک ہیں اتنے ہی ناپاک ذرائع سے ان کا حصول ممکن ہے۔ چنانچہ آپ جب بھی استعمار پسندوں کی ذہنیت کا تجزیہ کریں گے تو آپ کو اس کے پیچھے بجز تکبر، نخوت، حرص و ہوا کی پرستش، بے ضمیری، بے حسی اور مردم آزاری کے اور کوئی چیز نہ ملے گی۔ تاریخ انسانی میں اس بیمار ذہنیت کے بے شمار نمونے ملتے ہیں۔

جب بھی اس قسم کی بیمار ذہنیت والے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار کی باگیں آتی ہیں تو وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ان کی کسی حرکت سے مخلوق خدا کا کتنا بھاری نقصان ہوتا ہے۔ انھیں ہمیشہ اس بات کی فکر دامن گیر رہتی ہے کہ کوئی شخص بھی ان کے کسی حکم سے سرتابی کرنے کی جسارت نہ کرے۔ وہ جس قسم کے ظالمانہ احکام صادر کرتے رہیں، لوگ بلاادنیٰ تامل انھیں بجالاتے رہیں۔

اس قسم کے لوگوں کا ظرف بڑا چھوٹا ہوتا ہے۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور معمولی معمولی اختلافات پر نہایت ہی گھناؤنے مظالم کا ارتکاب کرنے سے نہیں چوکتے۔ کسی معاملے کے حسن و قبح پر سنجیدگی سے غور کرنا ان کے بس کا کام نہیں ہوتا۔ ان کی اشتعال گیر طبیعت ہمیشہ اس امر کی خواہاں رہتی ہے کہ اسے بھڑکنے کو کوئی ادنیٰ سا موقع ہاتھ آئے تاکہ وہ قہرمانیوں کا مظاہرہ کر کے اپنے نفس کی تسکین کا سامان فراہم کر سکے۔

اس ہوس پرستانہ ذہنیت کا یہ بھی ایک خاصہ ہے کہ اسے اپنی صحیح حدود کا احساس نہیں رہتا جس کی وجہ سے اس کے اندر انا ولا غیری کا غلط جذبہ پرورش پاتا ہے۔ چنانچہ اس کے اندر آمریت اور خود پسندی کے نہایت خطرناک رجحانات ابھرنے لگتے ہیں۔ ایسے افراد اپنے ہر فیصلے کو قطعی، حتمی اور ہر خطا سے پاک اور منزہ سمجھنے لگتے ہیں، غیر مسئول اقتدار کی چاٹ آہستہ آہستہ ان کے اندر اس باطل خیال کی آبیاری کرتی ہے کہ ان کا ہر حکم عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے اور اس سے ہٹ کر جو دوسری صورت بھی اختیار کی جائے وہ لازمی طور پر حماقت اور بے وقوفی ہے۔

شیطنت جب اقتدار کا تخت سنبھالتی ہے تو اس میں غرور اور تکبر پیدا ہو جاتا ہے اور نخوت اور خود پسندی کے جراثیم حیرت انگیز سرعت کے ساتھ پرورش پاتے ہیں۔ وہ لطیف احساسات سے عاری ہو کر انسانوں کے ساتھ اس طرح معاملہ کرتی ہے کہ جو مسائل صرف تلقین و ترغیب کی وجہ سے بڑی آسانی کے ساتھ حل کیے جا سکتے ہوں، ان میں بھی انتہائی سختی کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے تاکہ لوگوں کے حوصلے بالکل ٹوٹ جائیں اور وہ اپنی قومی امنگوں اور تمناؤں کے خود اپنے ہاتھ سے مدفن تیار کر کے ان پر مجاوروں کی طرح یادوں کے دیے جلانے میں مصروف رہیں اور اس طرح آنے والی نسلوں کے عزائم کی قوت اور

حوصلوں کی بلندی عطا کرنے کے بجائے مایوسیوں اور ناکامیوں کی تصاویر فراہم کر دیں۔

چنانچہ تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ جب بھی شیطان نے اقتدار کا تخت بچھایا ہے تو اس نے چوروں، ڈاکوؤں اور قاتلوں سے تو نرمی برتنا گوارا کیا ہے، لیکن ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کیا، جو اپنے ضمیر اور ایمان کو اس کے پاس رہن رکھنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ اس نے ہمیشہ اس قسم کے "باغی" لوگوں کی اس بے دردی سے خبر لی ہے کہ پوری قوم دہشت زدہ ہو کر بیٹھ گئی اور اقتدار نے پھر بالکل بے لگام ہو کر لوگوں کو اپنی ہوس کاریوں کا نشانہ بنایا۔

آپ اگر استعماریت کے ظالمانہ ہتھکنڈوں کا وقت نظر سے مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اس سامان عبرت کی فراہمی ہی سے استعمار کچھ دیر تک عوام کی گردنوں پر مسلط رہنے میں کامیاب ہوتا ہے۔ اس ناپاک مقصد کے حصول کے لیے معصوم لوگوں کو خاک و خون میں تڑپانے پر ہی اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ ضمیر و احساس کے ان سارے سوتوں کو بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جن سے اختلاف کی لہریں پیدا ہونے کا کوئی امکان بھی موجود ہو۔

اس مقصد کے لیے سب سے زبردست حملہ معصوم انسانوں کے ضمیر اور ان کی عزت نفس پر کیا جاتا ہے تاکہ وہ بالکل مضمحل ہو کر بیٹھ جائیں۔ جنرل ڈائر نے اس سلسلے میں جو مختلف حربے استعمال کیے، ان میں پہلا حربہ یہ تھا کہ مجرم و معصوم کی تمیز کے بغیر جو کوئی ہاتھ لگتا اسے بالکل برہنہ کر کے سربازار کوڑے لگائے جاتے۔ اس کے علاوہ اس ظالم نے ایک خاص محلے میں، جس میں اس کے قول کے مطابق "ایک انگریز عورت کی توہین کی گئی تھی" ایک چبوترہ بنوایا اور امرتسر کے چند شرفا کو جنھوں نے پولیس کی ظالمانہ کارروائیوں میں اس کا شریک بننے سے انکار کر دیا تھا، اس پر کھڑا کر کے ان کی بڑے وحشت ناک طریق سے پٹائی کروائی تاکہ وہ دوسرے "گستاخ لوگوں" کے لیے سامان عبرت بن سکیں۔

پھر اس محلے کے متعلق یہ حکم بھی دیا گیا کہ جس شخص کو بھی اس طرف سے گزرنا ہو، وہ سیدھا چل کر نہیں بلکہ رینگ کر اس فاصلے کو طے کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ پورے شہر میں اس امر کا اعلان کیا گیا کہ "جہاں کہیں بھی کوئی سفید فام نظر آئے اسے فوجی آداب کے تحت سلام کر کے اپنی نیاز مندی کا مظاہرہ کیا جائے"۔ اس ضمن میں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ ان احکام سے عوام کو پوری طرح آگاہ کرنے سے پیشتر ہی گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور پولیس اور فوج نے لوگوں کے دل و دماغ پر حکام وقت کی ہیبت بٹھانے کے لیے ان کی بے تحاشا مرمت کی۔

ممکن ہے ایک سطح بین انسان ان سزاؤں کو اتنا لرزہ خیز نہ سمجھے، جتنا کہ پھانسی یا قتل کو عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو انسانی نفسیات سے معمولی واقفیت بھی رکھتے ہیں، وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس قسم کی سزاؤں سے انسان کی عزت نفس کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچتا ہے۔ ان سے اس کی خودی

کی موت واقع ہوتی اور ان کی اذیت جھیلنے کے بعد وہ بسااوقات انسانیت کے سارے قیمتی احساسات اور جذبات کھو بیٹھتا ہے اور آب و گل کا ایک متحرک پیکر بن جاتا ہے۔

آپ اگر جرم و سزا کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ دنیا کے غیرت مند انسانوں کو جب ظلم و استبداد نے تختہ دار پر لٹکایا تو انھوں نے بڑی جرات مندی کے ساتھ جان کی بازی لگا دی، لیکن جب ان کی عزت نفس کو مجروح کرنے کے لیے کوئی اقدام اٹھایا گیا تو وہ اتنے دل برداشتہ ہوئے کہ دماغی توازن تک کھو بیٹھے۔

ایک شریف انسان کے لیے اپنی زندگی سے کہیں زیادہ اپنی عزت عزیز ہوتی ہے۔ وہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا سکتا ہے، لیکن کسی ایسے وار کو برداشت نہیں کر سکتا، جس میں اس کے نفس کی تذلیل مقصود ہو۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی حکومت جتنی اخلاقی اعتبار سے کمزور ہوتی ہے، اتنی ہی وہ شرفا کی تذلیل کا سامان فراہم کرتی ہے تاکہ یہ لوگ خوفزدہ ہو کر لب کشائی کی جرأت نہ کریں۔

کسی قوم کے ضمیر کو مردہ کرنے، اس کی امنگوں اور آرزوؤں کو برباد کرنے، اس کے عزم و ارادہ کو مضمحل کرنے اور اس کے اندر جرأت مندی اور حریت کے جذبات کو کچلنے کے لیے دار و رسن کی سزا کبھی بھی موثر نہیں ہوتی۔ اس سے ذوق جنوں بڑھتا ہے۔ یہ ناپاک مقاصد خودی کی موت سے ہی حاصل کیے جاتے ہیں۔ اس لیے استعمار اور شہنشاہیت نے ہمیشہ اس کی موت کا سامان کیا۔

استبداد کی ان دونوں قوتوں کو اس امر کا شدید احساس رہتا ہے کہ اگر عقل و شعور کو مفلوج نہ کیا جائے تو عوام ذہنی غلامی قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے اور وہ حکمرانوں کے طرز فکر سے ہٹ کر سوچنے کی جسارت کر بیٹھتے ہیں۔ اسی طرح اگر ان کے ضمیر میں زندگی کی کوئی رمق موجود ہو تو وہ ظلم و استبداد کا نہ تو آلہ کار بننے پر رضامند ہوتے ہیں اور نہ اسے خاموشی سے برداشت کر سکتے ہیں۔ ان کی زبانوں سے کبھی کبھی حرف شکایت نکل ہی جاتا ہے۔ ان کے اندر جب تک عزت نفس کا کوئی احساس باقی ہے تو ان کے لیے یہ بات ناممکن ہے کہ وہ اپنی اور اپنے بھائی بندوں کی تذلیل پر مسرت و شادمانی کا اظہار کریں اور ظالموں کا ہاتھ روکنے، یا زبان سے ان کی ریشہ دوانیوں کی مذمت کرنے کے بجائے دل و جان سے ان کی تائید کریں۔

اس بنا پر استبداد اس وقت تک کبھی بھی مطمئن نہیں ہوتا، جب تک کہ اسے اس بات کا پوری طرح یقین نہ ہو جائے کہ ملک کی بہت بڑی اکثریت کو یا تو شعوری پستی نے انسانوں کے زمرہ سے نکال کر حیوانوں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے، یا زینت حیات دنیا کی چمک نے اس کی نظروں کو اس حد تک خیرہ کر دیا ہے کہ وہ ان لرزہ خیز مظالم کو دیکھنے سے قاصر ہیں جو ہر وقت ان کے سامنے ہوتے رہتے ہیں، یا اس کے ضمیر اس حد تک مردہ ہو چکے ہوں کہ بڑے سے بڑا ظلم اور شدید سے شدید ناانصافی بھی اس کے اندر نفرت و

حقارت کی کوئی تحریک پیدا نہیں کر سکتی۔

یہ ذہن نشین رہے کہ جنرل ڈائر کوئی منفرد شخصیت نہ تھی، جس نے محض وقتی جوش میں آ کر یہ سارے مظالم ڈھائے۔ ڈائر کے پورے طرز عمل میں ایک جابرانہ نظام کی روح کار فرما ہے، جس کا وہ محافظ اور پاسبان ہے۔ دنیا میں جب کبھی بھی اقتدار کے تخت پر ایسے لوگ متمکن ہوئے، جو اس تمکنت کے لیے کوئی اخلاقی جواز نہ رکھتے تھے تو انھوں نے ہمیشہ اس ظالم جرنیل کا سا رویہ اختیار کیا۔

ڈائر دراصل ایک ذہنیت ہے جو ہمیں ماضی اور حال کے بے شمار حکمرانوں کے اندر جلوہ گر نظر آتی ہے۔ اس ذہنیت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ حکومت اور فرمانروائی کے لیے قریب قریب وہی ہتھکنڈے استعمال کرتی ہے، جو جنرل ڈائر نے کیے تھے۔ ان ہتھکنڈوں کو استعمال کیے بغیر وہ اپنے ناپاک مقاصد کو کبھی حاصل نہیں کر سکتی۔

آپ اگر ان لوگوں کی حرکات و سکنات کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ لوگ ہمیشہ سستی شہرت حاصل کرنے کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور پولیس اور فوج کے ذریعے لوگوں پر اپنی ہیبت طاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انھیں ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ اخبارات میں نمایاں تصاویر کے ساتھ ان کے ہر قول اور فعل کی تشہیر ہو، ملکی پریس ان کے غیر معمولی تدبر اور ذہانت کا ڈھنڈورا پیٹے۔ ان کی خدمت میں لمبے چوڑے سپاس نامے پیش کیے جائیں اور قوم ان کے ناجائز تسلط اور ان کی ریشہ دوانیوں کو یکسر نظرانداز کر کے انھیں نجات دہندہ تسلیم کرنے لگے۔ یہ حضرات لوگوں کو ہر آن یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ دراز دستیاں اور ستم رانیاں عوام کی بہتری اور بھلائی کے لیے ناگزیر ہیں۔ اس لیے وہ بالکل بادل ناخواستہ ایسا کرنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ یہ سب کچھ قوم کی فلاح و بہبود کے لیے کر رہے ہیں۔ اس میں ان کی کوئی ذاتی غرض کار فرما نہیں۔

حکومت و فرمانروائی کی کئی قسمیں ہیں: اس کی سب سے اعلیٰ و ارفع قسم وہ ہے جسے قرآن مجید نے خلافت سے تعبیر کیا ہے، یعنی وہ اجتماعی ہیئت جس کا واحد نصب العین ان مقاصد کی تکمیل ہے، جو انبیا علیہم السلام لے کر دنیا میں تشریف لائے اور جنھیں ختم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے کمال کے ساتھ عملی زندگی میں نافذ کر کے نوع بشر کے لیے قیامت تک ایک نمونہ فراہم کر دیا۔

یہ خلافت ایک ایسا نظم اجتماعی ہے جس کے منشا، مقصد اور نوعیت کو علم سیاست کی کوئی قدیم و جدید اصطلاح کماحقہ بیان کرنے سے قاصر ہے۔ یہ حکومت و فرمانروائی نہیں بلکہ خدمت اور چاکری ہے۔ یہ کوئی قوت قاہرہ نہیں، بلکہ نیکی اور بھلائی کی طاقت ہے۔ یہ قوم، ملک اور اس کے خزانوں پر کوئی غیر مسئول اقتدار نہیں، بلکہ امانت کا ایک ایسا بار گراں ہے، جو خدا کا کوئی اطاعت گزار بندہ بڑے خوف کے ساتھ

اٹھانے پر آمادہ ہوتا ہے۔ اپنی کبریائی کے ٹھاٹھ قائم کرنے کے لیے اس کی آرزو اور تمنا نہیں کی جاتی۔ یہ بوجھ جب کسی شخص پر اس کی اہلیت کی وجہ سے لاد دیا جاتا ہے تو وہ قوت کے اس سرچشمے کو' ان بھلائیوں کو فروغ دینے کے لیے اس سے مدد لیتا ہے' جنھیں طاغوت اس دنیا سے نیست و نابود کرنے کا آرزومند ہے۔ جن مقدس ہستیوں نے اس بار کو پورے شعور اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اٹھایا' انھوں نے اپنے ذاتی آرام و آسایش کو بالکل تیاگ دیا۔ اس کی ذمہ داریوں کے تصور سے وہ کانپ جایا کرتے تھے اور اپنے خالق اور مالک کے حضور میں بڑے سوز کے ساتھ اس قسم کی دعائیں کیا کرتے تھے:

بارالٰہا! مجھ پر بڑھاپا طاری ہو گیا ہے' میری ہڈیاں چٹخنے لگ گئیں' میری قوت جواب دینے لگی ہے' میری رعایا بہت پھیل گئی ہے' بس اب تو مجھے اپنے پاس اس حال میں بلا لے کہ نہ میں نااہل قرار پاؤں اور نہ ملامت کا سزاوار ٹھیروں (حدیث نبویؐ) (مکمل مضمون کے لیے مصنف کی کتاب: انسانیت کی تلاش میں ملاحظہ کیجیے۔ ناشر: حرا پبلی کیشنز' اردو بازار' لاہور)۔

---

10 روزہ فہم و تدریس القرآن کورس

6 تا 15 مئی 1999ء بمقام مسجد عمار بن یاسر

گلی نمبر 26' ایف 1/ 10' اسلام آباد

...... قرآن کریم کا فہم 'آسان' جدید اور سائنٹفک اصولوں کے مطابق

..... درس قرآن دینے کی خصوصی مشق / تجوید القرآن کی مشق

..... قرآن حکیم کی چار بنیادی اصطلاحات پر سٹڈی سرکلز

دلچسپی رکھنے والے افراد اپنے کوائف کے ساتھ درخواست ارسال کریں۔

تخمینہ اخراجات :300 روپے فی کس

زیر انتظام : شعبہ تعلیم و تربیت جماعت اسلامی ' آزاد جموں و کشمیر

پوسٹ بکس نمبر 1788 ' اسلام آباد

فون نمبر : 272401 ' فیکس نمبر : 276989